والدِ مرحوم نے شاہ جیؒ سے تعلق استوار کیا تھا، انوریؔ صاحب مرحوم نے بھی شاہ جیؒ کے خاندان سے بدستور تعلقات کو قائم رکھا۔

ملک صاحب کی وفات سے وابستگانِ احرار ایک مخلص بزرگ کے مخلصانہ مشوروں سے محروم ہو گئے۔ اور ان کے اپنے خاندان کے افراد اُن کے مشفقانہ سایہ کے لئے نوحہ کناں ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سب کو صبرِ جمیل کی توفیق بخشیں اور مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دیں۔ آمین!

مرسلہ: رابعہ نُور محمد نظامی

—— انجمن ربانیہ، بھوئی گاڑ ضلع اٹک

امیرِ شریعت اور ساحرؔ لُدھیانوی

حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ جہاں اقلیمِ خطابت کے یکتا فرمانروا تھے وہاں شعر وادب سے بھی گہرا اُنس تھا۔ اُنہیں شعر فہمی اور شعر شناسی میں کمال درجہ حاصل تھا۔ بڑے بڑے شاعر اُن کے شعری انتخاب اور داد کو سند جانتے تھے۔ ایک دفعہ ایک احرار کارکن نے مشہور شاعر ساحرؔ لُدھیانوی کی نظم "قحطِ بنگال" آپ کو سُنائی جس کا ایک شعر تھا ؎

ملیں اس لئے ریشم کے ڈھیر بُنتی ہیں
کہ دخترانِ وطن تار تار کو ترسیں

حضرت امیرِ شریعت نے برجستہ فرمایا ؎

چمن کو اِس لئے مالی نے خوں سے سینچا تھا
کہ اُس کی اپنی نگاہیں بہار کو ترسیں

اُنہی دِنوں ساحرؔ، شورشؔ کاشمیری کے ہمراہ شاہ جی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو شاہ جی نے فرمایا: ساحرؔ یہ شعر تمہاری نذر کرتا ہوں۔ ساحرؔ تڑپ اُٹھے، بہت مسرور ہوئے اور کہا میں اِسے قبول کرتا ہوں —— ساحرؔ کے ابتدائی دِیوان میں اِس شعر کے ساتھ لکھا ہے:

"ہدیہ از امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری"

حضرت مولانا محمد عبداللہ مدظلہ
احمد پور شرقیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قسط اوّل

قلمی بے راہ روی کا ایک نیا نمونہ

چند روز ہوئے، ایک اہلِ علم دوست نے ایک کتاب ہمیں دیکھنے کو دی۔ کتاب کا نام ہے "میزان"۔ اور اس کے مُصنِّف یا مُؤلِّف ہیں "جاوید احمد الغامدی"۔ کتاب میں چند مضامین شامل ہیں جو مختلف عُنوانات پر لکھے گئے ہیں۔ مُصنِّف کا شوقِ اجتہاد تمام مضامین میں نمایاں نظر آتا ہے۔ اِن حضرت کی مُجتہدانہ صلاحیتوں پر تفصیلی گفتگو انشاءاللہ ہم کسی دُوسری فُرصت میں کریں گے۔ اِس وقت ہم ایک خاص مسئلہ کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ واللہ الموفق لما نُرِید۔

کتاب میں "رجم کی سزا — اہم مباحث" کے عنوان سے چار مضمُون شامل ہیں اور تیسرا مضمون غامدی صاحب کے قلم سے نہیں، بلکہ اُن کے اُستاد صاحب کا رقم فرمُودہ ہے۔ غامدی صاحب تمہید میں لکھتے ہیں :

"اِس سوال کے جواب میں جو رائے اُستاذ امام امین احسن اصلاحی نے اپنی تفسیر 'تدبرِ قرآن' میں دی ہے، مجھے اس سے پُورا اِتّفاق ہے۔ اس وجہ سے اپنی طرف سے کچھ کہنے کی بجائے میں آں محترم کی یہ تحقیق یہاں شائع کر رہا ہوں۔" (اھ)

مولانا امین احسن اصلاحی ——— قطع نظر اس سے کہ اُن پر لفظ "اِمام" کا اِطلاق دُرست ہے یا نہیں ——— علمی حلقوں میں جانی پہچانی شخصیت کے مالک ہیں۔ عرصہ دراز تک وُہ مولانا مودُودی کے دستِ راست رہے اور بطور وکیلِ صفائی اُن کی طرف سے دفاع کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ بعد میں اُن سے الگ ہو گئے۔ جب محمد ایوب خاں کے مقابلہ میں مس فاطمہ جناح صدارت کی امیدوار بن کر میدان میں آئی تھیں تو مولانا مودُودی محترمہ کے زبردست حامی تھے اور مولانا امین احسن نے ایک نہایت معرکۃ الآراء مقالہ لکھ کر ایوبی محاذ کو تقویّت پہنچائی تھی۔ راقم السطور مولانا کے بارے میں ہمیشہ خوش فہمی اور حُسنِ ظن سے کام لیتا رہا۔ برسوں ماہنامہ "میثاق" کا خریدار رہا۔ مولانا کی تفسیر تدبرِ قرآن تو کبھی راقم کے ذہن کو اپیل نہ کر سکی لیکن اُن کے دُوسرے مضامین سے اِستفادہ کرتا رہا۔ مگر وَاوَیلَاہُ! "لنکا سے جو بھی نکلا، سو باون گز کا"۔ یہ

شوقِ اجتہاد اور جذبۂ لَنْ تَرَانِی بھی عجب آفت ہے۔ جانے بحرِ علم کے کیسے کیسے شناور تھے جنہیں یہ شوق لے ڈوبا۔
اِسی لئے اللہ کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا:

لَا تُعْجَبُوْا بِاَحَدٍ حَتّٰی تَنْظُرُوْا بِمَ يُخْتَمُ لَهٗ (تفسیر ابن کثیر)	تم کسی کو دیکھ کر حیرت میں نہ پڑ جاؤ، یہاں تک کہ یہ نہ دیکھ لو کہ اُس کا انجام کیونکر ہوتا ہے۔

حضرت حُذیفہؓ، ایک جلیل القدر صحابی ہیں اور انہیں صَاحِبُ السِّرّ (رازدارِ نبوّت) کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، فرمایا کرتے تھے:

"اے اہلِ علم! تم سیدھے رہو، اگر (خدانخواستہ) تم دائیں بائیں چلے گئے تو ضَلَلْتُمْ ضَلَالًا بَعِيْدًا گمراہ ہو کر تم بہت دُور ہو جاؤ گے"۔ (بخاری)۔

اور سیّدنا عمر بن الخطّاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

"تین چیزیں اسلام کی بربادی اور زوال کا مُوجب ہیں ۱: عالِم کی لغزش، ۲: منافق کا قرآن کو آڑ بنا کر جھگڑنا، ۳: گمراہ کُن سرداروں کی حکومت"۔ (دارمی)۔

امین احسن اصلاحی صاحب کی زیرِ نظر تحریر پڑھ کر، وَاللہِ العظیم، ڈر لگتا ہے کہ اُن کے نام کے ساتھ "مَولانا" کا لفظ ملایا جائے۔ دل یہ چاہتا ہے کہ کوئی اہلِ علم بزرگ ازراہِ خیرخواہی، نہایت خلوصِ قلب اور درد کے ساتھ انہیں سمجھائیں کہ حضرت! بزرگ عمری میں آپ نے یہ کیا غضب ڈھایا ہے کہ بُخاری اور دیگر صحاحِ ستّہ کی روایات کو نظر انداز کرتے ہوئے، بلکہ دیانت کا خُون کر کے، آپ نے ایک صحابیٔ رسُول کو "گنڈا"، "بدمعاش"، "بدخصلت"، "بدبخت" اور "منافق" ثابت کرنے پر سارا زورِ قلم صَرف کر دیا؟ اپنا بھی ستیاناس کیا، اوروں کا بھی بیڑا غرق کیا۔

صاحبِ مَوصُوف، اب عمر کے اُس حصّے میں پہنچ چکے ہیں کہ آدمی کے مزاج میں چڑچڑا پن اور ہٹ کا مادہ نقطۂ عُروج پر پہنچ جاتا ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہماری یہ گزارشات اُن کے دل و دماغ کو نرم کر سکیں گی، بہرصُورت كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ کے وِزر سے بچنے کے لئے ہم نے سطُورِ ذیل لکھنے کی جُراءت کی ہے۔ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ط

اصلِ واقعہ:

عہدِ رسالت میں ایک شخص (حضرت) ماعز اسلمیؓ سے جُرمِ زنا کا صدور ہو گیا تھا۔ یہ بات رسُول اللہ صلی اللہ

یہ بات رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی اُور خود اُنھوں نے دربارِ رسالت میں حاضر ہوکر اپنے جرم کا اقرار کیا جس کے بعد آنحضورؐ کے حکم پر انہیں حد لگائی گئی۔ اُنہیں سنگسار کیا گیا۔

یہ واقعہ حدیث کی تمام کتابوں میں موجُود ہے اُور تواتر سے ثابت ہے۔ شارحینِ حدیث بھی اس کا متواتر ہونا بیان کرتے ہیں اور صاحبِ فتاویٰ حامدیہ نے احادیثِ متواترہ کو جمع کرکے ایک رسالہ "الصلوٰة الفاخرة بالاحاديث المتواترة" کے نام سے مرتّب کیا ہے۔ اُس میں ص: ۷۵ پر اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ لیکن جہاں تک اس واقعہ کی تفصیلات کا تعلّق ہے تو وُہ اخبارِ آحاد میں آئی ہیں اور ان میں بظاہر کہیں کہیں اختلاف نظر آتا ہے۔ ہم ان تفصیلات میں جانے سے پہلے ضروری سمجھتے ہیں کہ اصلاحی صاحب کے چند جُملے یہاں نقل کردیں۔ حضرت ماعزؓ کے بارے میں وُہ لکھتے ہیں:

۱ــــ "اس شخص کے بارے میں کتابوں میں جو روایات ملتی ہیں اُن میں نہایت عجیب قسم کا تناقض ہے بعض روایات سے مَعلُوم ہوتا ہے کہ بڑا بھلا مانس تھا اور بعض سے مَعلُوم ہوتا ہے کہ یہ ایک نہایت بدخصلت گنڈا تھا ......؛ مَیں اُن روایات کو ترجیح دیتا ہوں جن میں اس کا وُہ کردار سامنے آتا ہے جس کی بنا پر یہ مستحقِ رجم ٹھہرا۔" ص: ۱۷۶

۲ــــ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی شرارتوں کی رپورٹ ملتی رہی، لیکن چونکہ کسی صریح قانون کی گرفت میں یہ نہیں آیا تھا اس وجہ سے آپ نے کوئی اقدام نہیں کیا۔ بالآخر یہ قانون کی گرفت میں آگیا۔ آپ نے اس کو بُلوا کر نہایت تیکھے انداز میں پوچھ گچھ کی۔ وُہ تاڑ گیا کہ اَب بات چھپانے سے نہیں چھپ سکتی اِس وجہ سے اُس نے اپنے جرم کا اقرار کرلیا۔"

۳ــــ "ماعز نے بھلے مانسوں کی طرح خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنے جرم کا اقرار نہیں کیا بلکہ وُہ اپنے قبیلے والوں کے اصرار پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس توقع پر آیا کہ خُود حاضر ہوجانے سے غالباً وہ کسی بڑی سزا سے بچ جائیگا۔ حضور کو اُس کے جرم کی اطلاع پہلے سے مل چکی تھی اور اُس نے آپ کی پُوچھ گچھ کے نتیجے میں اقرارِ جرم کیا۔"

۴ــــ "اس کا کردار ایک نہایت "بدخصلت گنڈے" کا کردار تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کسی غزوہ کے لئے نکلتے تو مَردوں کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر یہ "جنس زدہ بدمعاشوں" کی طرح عورتوں کا تعاقب کرتا۔" ص: ۱۷۷۔

۵۔۔۔ "بعض روایات سے اس تعاقب کی نوعیت بھی واضح ہوتی ہے کہ اس طرح تعاقب کرنا تعاجن طرح بکرا بکریوں کا کرتا ہے۔"

۶۔۔۔ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی مغفرت کے لئے دُعا کی نہ اُس کا جنازہ پڑھا۔ جو اس بات کی شہادت ہے کہ اُس کو کٹر منافق" قرار دیا گیا۔" ص : ۱۷۷

آہ! کس قدر جفاکار ہے وُہ قلم، جو شرافت اَور حیا کے تمام تقاضوں کو نظر انداز کر کے اس طرح بے باکانہ ایک صحابیِ رسُول کے بارے میں غلیظ اور نجس الفاظ استعمال کرتا ہے۔ کتنا بددیانت، خوفِ خدا سے محروم اَور حیا باختہ ہے وُہ مُصنّف، جو روایاتِ صحیحہ کو یکسر نظر انداز کر کے اشہبِ قلم کو اس طرح بے لگام چھوڑ دیتا ہے۔ کیا وقت کے" امام" نے کتُبِ حدیث میں رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نہیں پڑھا :

اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِیْ اَصْحَابِیْ، اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِنْۢ بَعْدِیْ ۔	میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا، پھر سُن لو، میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا، میرے بعد اُن کو نشانہ نہ بنا لینا۔

ایک طرف حضورؐ کی وصیّت ہے، دُوسری طرف آپ کی "بزعمِ تحقیق"! کسی عدالت میں فوجداری مقدمہ پیش ہوتا ہے تو مُلزم کو صفائی کا پُورا موقع دیا جاتا ہے، عدالت اس کے گواہوں کو بغور سُنتی ہے لیکن آپ پیغمبرِ خُدا کے صحابی کے برخلاف فردِ جُرم مُرتّب کر کے یکطرفہ فیصلہ سنا دیتے ہیں۔ اُفٍ لَّکُمْ!

آئیے! اَب ہم اقتباساتِ بالا کے مختلف اجزاء پر الگ الگ گفتگو کرتے ہیں۔

روایات کا تعارض :

اِصلاحی صاحب نے سب سے پہلے تو قارئین کو" روایات کے تعارض" کا ہوّا دکھلا کر پریشان کرنا چاہا۔ واقعہ یہ ہے کہ زیرِ نظر قصّہ میں روایات میں کوئی ایسا اہم تعارض نہیں پایا جاتا جس کو "عجیب قسم کے تناقض" قرار دیا جا سکے۔ یہ محض اصلاحی صاحب کی اپچ ہے۔ ثانیاً، اگر واقعی ایسا کوئی تعارض پایا جاتا ہے تو دیکھنا چاہیے کہ سلف محدثین، شارحینِ حدیث، چودہ سو سال کے مفسّرین، فقہاء اَور علماءِ اُمّت نے ان روایات سے وُہ نتائج اخذ کئے ہیں، جن تک اِصلاحی صاحب کا ذہنِ رسا پہنچا ہے؟ اگر اُن میں سے کسی نے بھی ایسا نہیں کہا ۔۔۔ اَور یقیناً ایسا نہیں کہا تو ہم اصلاحی صاحب سے عرض کریں گے

ع : سخن شناس نۂ دلبرا، خطا ایں جاست !

اُصولِ حدیث کی تمام کتابوں میں یہ قاعدہ مُسلّمہ لکھا ہُوا ہے کہ اگر ایک ہی واقعہ یا مسئلہ کے مُتعلق روایات میں بظاہر اختلاف نظر آئے تو جہاں تک ممکن ہو اُن میں تطبیق اَور توفیق کی صُورت پیدا کی جائے۔ جہاں ایسا کرنا ممکن نہ ہو وہاں پر ترجیح یا نسخ کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ حضرت ماعزؓ سے متعلق واقعہ کی تفصیلات میں جہاں تھوڑا بہت تعارض نظر آتا ہے وہاں بھی محدّثین حضرات نے اِسی قانون سے کام لیا ہے، جیسا کہ ہم آگے نقل کریں گے، مگر اصلاحی صاحب نے اِن اکابرِ اُمّت کی تصریحات کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے۔

حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کا کردار :

اِصلاحی صاحب نے تو حضرت ماعزؓ کو "بدخصلت گنڈا" اور "بدمعاش" تک کہہ دیا اَور اُن کا سراپا جن لفظوں میں بیان کیا ہے، وہ آپ اُوپر پڑھ چکے ہیں۔ لیکن اُن کو عادی مجرم ثابت کرنے کے لئے وُہ کوئی ضعیف سے ضعیف روایت بھی نقل نہیں کر سکے۔ زیادہ سے زیادہ وُہ اس بارے میں جو کچھ وُہ کہہ سکے ہیں وُہ یہ ہے :

" میری رہنمائی کے لئے یہ بات کافی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو رجم کی سزا دلوائی۔"

فلسفۂ شریعت کے اِس ماہر سے کوئی پُوچھے تو، حضرت ! جب تک کسی مُجرم کا عادی مجرم ہونا ثابت نہ ہو جائے کیا وُہ سزا کا مستحق نہیں بنتا ؟ اگر ایک شخص پرہیز گار اَور حلال خور ہے لیکن کسی مَوقع پر لالچ یا ہوائے نفس سے مغلوب ہو کر اُس نے چوری کر لی اور جرم ثابت ہو گیا تو کیا اُس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا ؟ اَور جب ہاتھ کاٹ لیا تو یہی کہا جائیگا کہ صاحب، یہ بڑا اُچکّا اور لفنگا تھا، جب بھی اسے مَوقع ملتا تھا لوگوں کے مال پر ہاتھ صاف کر لیتا تھا۔ ایک شخص نیک کردار ہے لیکن کسی سے اُس کی تُو تکار ہو گئی اور وُہ بے قابو ہو گیا، دھار دار آلہ اُٹھایا اور مدِّمقابل کو خاک و خون میں ملا دیا تو کیا وُہ مستوجبِ سَزا نہ ہو گا ؟ —— کتنی بودی اَور بے وزن ہے یہ دلیل کہ چُونکہ فلاں آدمی کو فلاں جُرم میں عدالت سے سَزا ہوئی تھی اس لئے معلوم ہُوا کہ وُہ پکّا لوفر، لفنگا، لُچّا اَور بدمعاش ہے۔ بدمعاشی اس کا شب و روز کا مشغلہ ہے۔ قارئین اس نکتہ کو بخوبی ذہن نشین رکھیں کہ کسی شخص کے بارے میں اتّفاقیہ جُرم کا ثابت ہو جانا اَور بات ہے اُس کا عادی مجرم ہونا اَور چیز ہے۔ حضرت ماعزؓ کے بارے میں جو کچھ روایات میں آیا ہے، وُہ اِتّفاقاً اُن سے جُرمِ زنا کا سَرزد ہونا ہے۔ معاذ اللہ کسی روایت سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ :

"جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کسی غزوہ کے لئے نکلتے تو یہ پیچھے سے دبک کر بیٹھ رہتا اور مردوں کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر شریف بہوؤں بیٹیوں کا تعاقب کرتا۔" میزان ۱۷۱

اس کے برعکس ابوداؤد اور مسندِ احمد کی روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ محض ایک اتفاقی واقعہ تھا۔ روایت ملاحظہ کریں:

"نُعیم بن ہزّال رضؓ کہتے ہیں کہ ماعز بن مالک یتیم ہوکر میرے والد (ہزّال کی پرورش میں) میں تھے۔ فَاَصاب جاریۃ من الحی۔ وہ قبیلے کی ایک عورت سے بدی کا ارتکاب کرگزرے"۔ (اھ)

ویسے بھی سوچنے کی بات ہے کہ اصلاحی صاحب کا یہ کہنا کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس کی شرارتوں کی رپورٹ ملتی رہی لیکن چونکہ کسی صریح قانون کی گرفت میں یہ نہیں آیا تھا اِس وجہ سے آپ نے کوئی اقدام نہیں کیا۔" میزان ص: ۱۷۶۔

کتنا غلط ہے۔ کیا اِسلام میں "حد" سے ورے "تعزیر" کے نام سے سزا کی کوئی قسم نہیں ہے جو جرم کے آخری حد تک پہنچنے سے پہلے مجرم کو دی جاسکتی ہو؟ کیا خیر القرون کے لوگ بھی بھڑی اور بے غیرت تھے؟ (العیاذ باللہ تعالیٰ) کہ ایسے بدقماش لوگوں کو برداشت کرلیتے تھے؟ اگر نہیں، اور یقیناً نہیں تو پھر اصلاحی صاحب کو اس ہرزہ سرائی کے لئے اللہ سے معافی مانگنی چاہیے جس کی زد صرف حضرات صحابہؓ پر ہی نہیں بلکہ خود شانِ رسالتؐ پر پڑتی ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب:

ہوسکتا ہے کہ کسی شخص کو مسلم شریف کی اُس روایت سے شبہ گزرے جو اصلاحی صاحب نے اس موقع پر نقل کی ہے۔ ہم یہاں پر وہ روایت اصلاحی صاحب کے ترجمہ کے ساتھ نقل کرتے ہیں اور پھر بتائیں گے کہ اصلاحی صاحب نے قارئین کو کیونکر دھوکہ دیا ہے ــــ یا ــــ انہیں کیونکر دھوکہ لگا ہے۔

.... قال: ثم قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطیبا من العشی، فقال اَوَ کلما	راوی بیان کرتے ہیں کہ اسی دن عصر کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا: کیا ایسا نہیں ہوتا تھا کہ

انطلقنا غزاة فی سبیل الله تخلف رجل فی عیالنا له نبیب کنبیب التیس علیَّ ان لَّا اُوتٰی برجل فعل ذٰلك الا نكلت به قال : فما استغفر له و لا سبه (صحیح مسلم کتاب الحدود)۔

جب کبھی ہم جہاد فی سبیل اللہ کی غرض سے نکلتے تھے تو ایک شخص پیچھے ہمارے اہل وعیال میں رہ جاتا تھا جو شہوت کے جوش میں بکرے کی طرح ممیاتا تھا۔ سُنو، مجھ پر لازم ہے کہ اس طرح کی حرکتیں کرنے والا کوئی شخص میرے پاس لایا جائے تو میں اس کو عبرتناک سزا دوں۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ آپ نے نہ اس کیلئے مغفرت کی اور نہ اسے بُرا کہا۔

اِس سلسلہ میں ہم عرض گذار ہیں کہ :

(ا) دھوکہ یہاں سے لگتا ہے کہ روایت کے خط کشیدہ الفاظ کو کھینچ تان کر حضرت ماعزؓ پر منطبق کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ خطبہ دینے کا ذکر مسلم شریف میں بھی ہے اور ابوداؤد شریف میں بھی۔ ایک روایت حضرت جابرؓ بن سمرہ سے منقول ہے جو دونوں کتابوں میں موجود ہے اور دوسری روایت حضرت ابوسعید خدریؓ سے ہے جو صرف مسلم میں ہے۔ حضرت جابرؓ کی روایت میں "خلف احد هم" کے لفظ آئے ہیں۔ مگر یہ لفظ نقل کرتے تو شاید اصلاحی صاحب کو ترجمہ میں "ایک شخص پیچھے رہ جاتا تھا" کہہ کر اپنا مطلب نکالنا مشکل ہو جاتا۔

(ب) روایت کے لفظ خواہ کچھ بھی ہوں، اصل دھوکہ تو ترجمہ کے خط کشیدہ لفظوں سے لگتا ہے جو بالکل غلط ہیں۔ بات سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ تھی کہ جب بھی کوئی اہم واقعہ پیش آتا تو موقع محل کی مناسبت سے آپ اُمّت کو پند ونصیحت فرماتے تھے۔ اب یہ ضروری نہیں کہ وعظ ونصیحت کے ہر جُملہ میں پیش آنے والے کسی واقعہ کی طرف اِشارہ ہو۔ مثال کے طور پر سُورج گہن ہوئی، آنحضورؐ نے صلوٰۃ الکسوف ادا فرمائی اور اس کے بعد ایک خطبہ دیا، جس میں ارشاد فرمایا :

"سُورج اور چاند کو گہن نہ تو کسی کے مرنے سے لگتا ہے، نہ کسی کے جینے سے ..... اے اُمّتِ محمدؐ! اللہ سے زیادہ غیرت مند کوئی نہیں ہے کہ اُس کا بندہ یا باندی زنا کا اِرتکاب کرے۔"

اِس موقع پر یہ ارشاد فرمانا تو واقعات کی بُنیاد پر تھا کہ "سُورج اور چاند کو گہن کسی کی موت کی وجہ سے نہیں لگتا۔" کیونکہ زمانہ جاہلیت میں لوگ ایسا سمجھتے تھے، مگر آگے یہ جو ارشاد فرمایا وَلَا لِحَیٰوتہٖ کہ نہ گہن کا تعلق کسی کے